حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ

از قلم: عبد اللہ بلساڑی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بابِ اول

حیات وخدمات

انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد اس دنیا میں سب سے پاکیزہ ومقدس جماعت اگر کوئی ہے تو وہ حضراتِ صحابہؓ کی جماعت ہے، جنہوں نے آفتابِ ہدایت سے بلا واسطہ نور حاصل کیا، جن کے قلوب عشقِ نبی سے سرشار تھے، جو تمام کے تمام عدول تھے۔ حضراتِ صحابہؓ کی مقدس جماعت کمالاتِ نبویہ کی آئینہ دار اور اوصافِ رسالت کی مظہرِ اتم ہے، صحابہؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عاداتِ کریمہ، فضائلِ حمیدہ، شمائلِ فاضلہ اور شریعت کے تمام مسائل ودلائل، حقائق وآداب کے علماً وعملاً ترجمان ہیں، ان کا منکر دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

صحابہؓ نے اسلام کی نعمتوں اور برکتوں کو اقصائے عالم میں پھیلایا، یہاں تک کہ ایمان کے جانفزا جھونکے چلنے لگے، عبادت وتقویٰ کی سلطنت قائم ہوگئی، دربارِ الٰہی سے ''رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ'' کا مژدہ ملا اور دربارِ رسالت سے ''رہبر ورہنما'' قرار دیے گئے حتیٰ کہ بعض کو نام بہ نام دنیا ہی میں صراحتاً جنت کی بشارت دے دی گئی، ان ہی میں سے ایک خوش نصیب وبزرگ ہستی ''صعبہ'' کے لعل اور عبداللہ کے نورِ نظر ''طلحہ'' بھی ہیں۔

پیدائش و نام و نسب

۵۹۶ء میں ہجرت سے اٹھائیس سال قبل حجاز کی مقدس سرزمین پر آپ کی پیدائش ہوئی۔

آپ کا نام طلحہ تھا اور کنیت ابو محمد تھی، آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''طلحۃ الخیر، طلحۃ الفیاض، طلحۃ الجود اور زندہ شہید'' جیسے القاب سے نوازا تھا۔

(الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ: ۲/ ۲۵۰)

چوں کہ قریش کے متعدد قبائل تھے جن میں سے ایک تیم بن مرہ تھا جس کی طرف منسوب ہو کر آپ تیمی کہلاتے تھے، آپ کے والد کا نام ''عبید اللہ'' تھا جو آپ کے قبولِ اسلام سے پہلے ہی اس دنیا سے چل بسے تھے، والدہ کا نام ''صعبہ'' تھا جنہوں نے لمبی عمر پائی اور مشرف باسلام بھی ہوئیں۔ آپ کا نسب یہ ہے: طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب۔ آپ کا نسب ساتویں پشت (مرہ بن کعب) پر حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ (طبقات ابن سعد: ۳/ ۱۵۲۔ تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام: ۵۲۲)

آپ کی والدہ صعبہ بنت عبد اللہ بن عمار بن الحضرمی تھیں اور صعبہ کی والدہ عاتکہ بنت وہب تھیں اور وہب بن عبد تمام قریش کے صاحب الرفادہ تھے۔ (صاحب الرفادہ وہ لوگ ہیں جو حُجاج سے ان کے ضروری انتظامات کے لیے رقم وصول کرتے ہیں) نیز آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشہور سفیر علاء بن حضرمی

کی ہمشیرہ بھی تھیں۔ (طبقات ابن سعد: ۳/ ۱۵۲، اصحابِ رسول اوران کے کارنامے: ۴۳۴)

آپ رضی اللہ عنہ کا حلیہ

آپ رضی اللہ عنہ گندم گو اور دراز و حسین گیسوؤں کے مالک تھے، آپ کے بال نہ بالکل سیدھے تھے نہ انتہائی خم لیے ہوئے، اخیر عمر تک آپ کے بالوں پر ضعیفی کا اثر نہیں پڑا تھا، سرخ وسفید خوبصورت چہرہ تھا، باریک خوش نما ناک تھی، بدن خوب گٹھا ہوا تھا، سینہ چوڑا، پاؤں نہایت پر گوشت، ہاتھ کی انگلیاں غزوۂ احد میں شل ہوگئی تھیں۔ (ابن سعد: ۳/ ۱۵۶، تاریخ الاسلام للذہبی: ۵۲۳، الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ: ۲/ ۲۵۰، سیر الصحابہ: ۲/ ۱۱۹)

بچپن اور قبولِ اسلام

آپ رضی اللہ عنہ کے ابتدائی حالات سے تاریخ کا سینہ خالی ہے؛ لیکن یہ بات تو یقینی ہے کہ آپ کم عمری کے زمانہ سے ہی تجارت کی غرض سے شام جایا کرتے تھے، آپ رضی اللہ عنہ گو کم سن نوجوان تھے اور عمر رسیدہ تجربہ کاروں کی طرح مہارت نہیں رکھتے تھے؛ مگر اپنی غیر معمولی ذہانت وبصیرت کی وجہ سے ان کے مقابلے میں اچھے سودے طے کرتے اور کامیابی حاصل کرلیا کرتے تھے۔

اُسی بازار میں جہاں صبح وشام حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی آمد ورفت کا سلسلہ رہتا تھا، ایک واقعہ پیش آیا جس نے نہ صرف ان کی زندگی کا رخ موڑ دیا؛ بلکہ پوری تاریخ کے دھاروں کو موڑ دیا۔ وہ خود اپنے قبولِ اسلام کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک

دن ہم بصریٰ کے بازار میں تھے، ایک راہب کو یہ اعلان کرتے سنا، اے گروہِ تجار! اس مجمع کے لوگوں سے پوچھو، کیا ان میں کوئی اہلِ مکہ میں سے ہے؟ میں اس وقت قریب ہی تھا، میں نے فوراً کہا: ہاں! میں اہلِ مکہ میں سے ہوں، تو اس نے پوچھا: ''کیا تمہارے یہاں ''احمد'' کا ظہور ہو چکا ہے''؟ میں نے تعجب سے پوچھا: کون احمد؟ اس نے کہا: ''ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب'' یہی مہینہ ہے جس میں ان کا ظہور ہونا ہے، وہ آخری نبی ہے، وہ تمہاری سرزمین: حرمِ مقدس میں مبعوث ہوں گے، اور وہاں سے اُس علاقہ کی طرف ہجرت کریں گے جہاں کالی پتھریلی زمین ہے، اور جہاں کھجوروں کے جھنڈ ہیں اور جہاں کی مٹی نمکین ہے جس سے پانی کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ اے نوجوان! اس پر ایمان لانے سے پیچھے نہ رہنا۔ فرماتے ہیں کہ: اس کی یہ بات دل میں گھر کر گئی، میں تیزی سے اپنے اونٹوں کے پاس پہنچا، انہیں تیار کیا، قافلہ کو چھوڑ کر جلد مکہ پہنچا اور گھر والوں سے دریافت کیا کہ ہماری غیر موجودگی میں یہاں کوئی عجیب واقعہ ہوا ہے؟ انہوں نے کہا کہ: ہاں! محمد بن عبداللہ ایک نیا دعویٰ لے کر کھڑے ہوئے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں نبی ہوں، اور ابو قحافہ کے بیٹے ابوبکر نے ان کی پیروی اختیار کی ہے۔

فرماتے ہیں: میں حضرت ابوبکر ؓ کو پہلے سے جانتا تھا، وہ نہایت نرم مزاج، ہر دل عزیز اور رحم دل آدمی تھے، خوش اخلاق اور راست باز تاجر تھے، تمام لوگ ان کی صحبت میں بیٹھنا پسند کرتے تھے؛ کیوں کہ وہ قریش کی تاریخ سے باخبر

اوران کے انساب کے ماہر تھے۔ میں نے ان سے جا کر پوچھا کیا یہ بات صحیح ہے کہ محمد بن عبد اللہ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور آپ نے ان کی پیروی کی ہے؟ انہوں نے کہا: ''ہاں'' اور مجھے ان کے حالات سنا کر ان کے دین میں داخل ہونے کی ترغیب دی۔ میں نے جب ان کو راہب کی بات سنائی تو وہ حیران وششدر رہ گئے، انہوں نے کہا: میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں چلو، ان کو یہ واقعہ سناؤ اور ان کی دعوت کو ان کی زبان سے سنو اور دینِ حق میں داخل ہو جاؤ۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کی دعوت کو سنا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے قرآن کا حصہ سنایا اور جنت کی بشارت دی، اللہ نے میرے سینے کو اسلام کے لیے کھول دیا۔ جب میں نے بصریٰ کے راہب کا قصہ سنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے پر خوشی کے آثار پھوٹ پڑے، پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کلمۂ شہادت کا اقرار کیا اور اس طرح میں چوتھا شخص تھا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی محنت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر ایمان لایا۔

(صور من حیاۃ الصحابہ: ۴۸۷، ابن سعد: ۳ / ۱۵۳، الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ: ۲ / ۲۵۱)

دین کے خاطر سختیاں برداشت کرنا

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کی خبر سن کر لوگ سکتہ میں پڑ گئے جیسے ان پر بجلی گر پڑی ہو، خصوصاً ان کی ماں کو اس کا بہت صدمہ پہنچا، وہ غم کے مارے نڈھال ہوگئی؛ کیوں کہ انہیں امید تھی کہ میرا بیٹا اپنے بلند اخلاق اور کریمانہ

عادات کی بنیاد پر ایک دن قبیلہ کا سردار بنے گا، چناں چہ قبیلہ والوں نے ان کو دینِ حق سے ہٹانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا اور ہر قسم کے حربے آزمائے؛ لیکن چوں کہ ان کے دل میں اسلام راسخ ہو چکا تھا وہ ٹس سے مس نہ ہوئے اور مضبوطی سے اسلام پر جمے رہے۔

مسعود بن خراش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک روز میں صفا و مروہ کے درمیان سعی کر رہا تھا، اسی دوران میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ ایک نوجوان کا پیچھا کر رہے ہیں جس کے دونوں ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے ہیں، لوگ اس کے پیچھے دوڑ رہے ہیں، اسے دھکے دے رہے ہیں اور اس کے سر پر مار رہے ہیں، اس نوجوان کے پیچھے ایک بوڑھی عورت تھی جو چیخ چیخ کر اُسے گالیاں دے رہی تھی، میں نے پوچھا کہ: اس نوجوان کا کیا ماجرا ہے؟ تو انہوں نے بتلایا کہ یہ طلحہ ابن عبید اللہ ہے جو اپنے آبائی دین سے پھر گیا ہے، محمد کی پیروی کر لی ہے، میں نے پوچھا کہ ان کے پیچھے یہ بُڑھیا کون ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ: یہ اس نوجوان کی ماں صعبہ بنت حضرمی ہے۔ (صور من حیاۃ الصحابہ: ۴۸۸) ایک دن نوفل بن خویلد نے ۔جس کا لقب ''اسد القریش'' تھا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایک رسّی میں باندھ کر محلہ کے اوباشوں کے حوالہ کر دیا؛ تا کہ وہ انہیں سخت سزا دیں، اس وقت بنو تیم والوں نے بھی ان کو نہیں بچایا، اسی وجہ سے طلحہ رضی اللہ عنہ و ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ''قرینین'' کہا جاتا ہے۔

(طبقات ابن سعد: ۳/ ۱۵۳، الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ: ۲/ ۲۵۱)

یہ تو ایک دو روایت ہے جن کو تاریخ نے اپنے سینے میں محفوظ کرلیا؛ ورنہ کسے معلوم کہ تیرہ برس کی طویل مدت میں کیا کیا ظلم نہ سہے ہوں گے۔

ہجرتِ مدینہ

اسلام لانے کے بعد تیرہ برس تک آپ رضی اللہ عنہ اپنوں اور بیگانوں کا ظلم برداشت کرتے رہے اور ہدفِ تضحیک اور نشانِ ملامت بنے رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کے مطابق سارا دورِ ابتلا جھیلتے اور اس نازک ترین دور میں بھی تبلیغِ دین کرتے رہے، رفتہ رفتہ لوگ حلقہ بگوشِ اسلام ہوتے گئے۔ ''دارِ ارقم'' جن زندہ دل پرستانِ توحید سے معمور رہتا ان میں سے ایک آپ رضی اللہ عنہ بھی تھے، محنت ومشقت برداشت کرتے رہے؛ لیکن نہ کبھی آزردہ ہوئے نہ ہمت ہاری؛ جب کافروں کا ظلم حد سے بڑھ گیا تو ہجرت کا حکم نازل ہوا، تمام صحابہ یکے بعد دیگرے ہجرت کرنے لگے۔ آپ رضی اللہ عنہ چوں کہ خاموش زندگی بسر کرتے تھے اور تجارتی مشاغل میں بھی مصروف تھے، ایک مرتبہ تجارتی قافلہ کے ساتھ ملکِ شام سے واپس آرہے تھے، ادھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہجرت کے لیے نکل چکے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الجزار سے کوچ کیا تو صبح کے وقت حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ملے، آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو شامی لباس پہنایا اور یہ اطلاع دی کہ اہلِ مدینہ نہایت بے چینی اور اضطراب کے ساتھ آپ کے منتظر ہیں، چناں چہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عجلت کے ساتھ مدینہ کی جانب روانہ ہوئے، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ مکہ پہنچے اور تجارتی کاروبار سے فراغت حاصل کرنے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اہل

وعیال کو لے کر مدینہ پہنچے اور حضرت اسعد بن زرارہؓ کے یہاں مہمان بنے۔

عقدِ مواخات

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں جو اقدامات کیے ان میں سے ایک اہم ترین اقدام ''مواخات'' ہے، چوں کہ مہاجرین، مکہ سے آ چکے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ محسوس کیا کہ کہیں یہ اہلِ مدینہ کے لیے باعثِ اذیت نہ بنے، نیز یہ کہ مہاجرین اپنے گھر بار، مال وزر، برادری اور خاندان کو چھوڑ کر آئے تھے ان کی دل شکنی نہ ہو؛ اس لیے آپ نے تمام مہاجرین وانصار کو یکجا جمع کر کے اخوتِ اسلامی کا درس دیا، اوران کے درمیان مواخات قائم کی، اس میں حضرت طلحہؓ کا حضرت ابی بن کعب انصاریؓ سے مواخات کا رشتہ قائم فرمایا۔ (ابن سعد: ۳/ ۱۵۴)

عہدِ رسالت میں آپؓ کا کردار

آپؓ مدینہ پہنچ کر بھی اطمینان سے نہیں بیٹھے، دین کے پھیلانے میں پیش پیش رہے، دیکھتے ہی دیکھتے دو سال گذر گئے، کفارِ مکہ اب بھی اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے تو ہجرت کے دوسرے سال سے غزوات کا سلسلہ شروع ہو گیا، آپؓ نے تمام غزوات اور لڑائیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ کفر وشرک کا پہلا معرکہ بدر کی صورت میں رونما ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت طلحہؓ وسعید بن زیدؓ کو ملکِ شام سے آنے والے قریش کے قافلہ کی خبر معلوم کرنے کے لیے روانہ کیا، دونوں ''الحوار'' تک پہنچے اور وہیں مقیم رہے، اور قافلہ ان کے پاس سے گذر گیا، ان کے

مطلع کرنے سے پہلے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر پہنچ گئی اور آپ مقابلے کے لیے نکل پڑے، اِدھر یہ دونوں خبر پہنچانے کی غرض سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے، چوں کہ ان کو مسلمانوں کی روانگی کی اطلاع نہ تھی، جس روز حق و باطل کا مقابلہ ہوا اسی روز یہ مدینہ میں داخل ہوئے، یہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ جاں نثاروں کا قافلہ معرکۂ حق و باطل کے لیے نکل چکا ہے، چناں چہ یہ بھی مدینہ سے جنگ کی غرض سے روانہ ہوئے، اُدھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدر سے کامیاب و کامران ہوکر واپس لوٹ رہے تھے، ''تربان'' میں ملاقات ہوئی، اگر چہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ وسعید رضی اللہ عنہ اس جنگ میں عملاً شریک نہ تھے؛ تاہم وہ اپنی کارگزاریوں کے باعث مالِ غنیمت اور فضائل وثواب سے محروم نہ رہے۔ (طبقات ابن سعد: ۳/ ۱۵۴، سیر الصحابہ: ۲/ ۱۰۶)

غزوۂ احد

غزوۂ احد ۳ھ میں پیش آیا، اس جنگ میں پہلے مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا؛ لیکن کچھ غلط فہمیوں کی وجہ سے تیر انداز صحابہ رضی اللہ عنہم جیسے ہی اپنی جگہوں سے ہٹنا شروع ہوئے تو خالد بن ولید - جو اس وقت اسلام نہیں لائے تھے - چکر کاٹ کر پہاڑ کی جانب سے حملہ آور ہوئے، اس ناگہانی حملہ نے مسلمانوں کو ایسا بدحواس کیا کہ سارا لشکر تتر بتر ہوگیا، ستم بالائے ستم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کی جھوٹی خبر پھیلائی گئی، ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے، ہوش وحواس ٹھکانے نہ رہے، صرف دس بارہ آدمی میدانِ جہاد میں ثابت قدم رہے جو شمعِ ہدایت کے ارد گرد سیسہ پلائی

دیوار بنے کھڑے رہے، اس وقت حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بھی پروانہ وار جاں بازی اور فداکاری کے حیرت انگیز جوہر دکھلا رہے تھے، کفار ہر طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھیرے ہوئے تھے، تیروں اور نیزوں کی بارش ہورہی تھی، خوں آشام تلواریں چمک چمک کر آنکھوں کو خیرہ کررہی تھیں اور تمام کفار صرف ایک ہستی کو فنا کرنے کے لیے یورش کررہے تھے، اس نازک ترین وقت میں جمالِ نبوت کا یہ شیدائی ہالہ بن کر خورشیدِ نبوت کو آگے پیچھے دائیں اور بائیں ہر طرف سے بچا رہا تھا، نیزوں کے وار کو ہتھیلی پر روکتا، تلواروں اور نیزوں کے سامنے اپنا سینہ سپر کردیتا، پھر جب کفار کا نرغہ زیادہ ہوتا تو شیر کی طرح پُرجوش حملہ کرتا اور دشمن کو پیچھے ہٹا دیتا۔

ایک دفعہ کسی طرف سے ایک سنسناتا تیر آیا، ذاتِ اقدس نشانہ تھی، خادم جاں نثار حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر تیر اپنے ہاتھوں پر روک لیا، تکلیف کی شدت سے باوجود ہزار برداشت کے ان کی زبان سے نکلا ''حِس''، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ ''حِس'' کی جگہ بسم اللہ کہتے تو فرشتے انہیں اٹھا کر لے جاتے اور لوگ اس نظارے کو دیکھتے؛ یہاں تک کہ فرشتے ان کو آسمان میں لے کر گھس جاتے۔

غرض حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ حیرت انگیز جاں نثاری اور بہادری کے ساتھ دفاع کرتے رہے، تمام بدن زخموں سے چور تھا، پچھتّر یا سینتیس زخم آئے تھے جس میں سے ایک تیر پیشانی پر لگا، پاؤں کی رگ کٹ چکی تھی، ہاتھ شل ہوگیا تھا۔

(طبقات ابن سعد: ۳/ ۱۵۴، الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ: ۲/ ۲۵۲)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی زخمی تھے، سامنے کے دندانِ مبارک شہید ہو چکے تھے، جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے حملوں کے ذریعہ دشمنوں کو دور ہٹا دیا تو آپ رضی اللہ عنہ پلٹے اور رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نظر پڑی کہ آپ چٹان پر چڑھنا چاہتے ہیں؛ لیکن زرہ کی وجہ سے چڑھ نہیں پا رہے ہیں، عاشقِ رسول حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے جسم پر پچھتّر زخم تھے، ہاتھ لٹک رہا تھا؛ لیکن عاشقی کا تقاضا! اللہ اکبر! فوراً نیچے بیٹھ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی پشت پر بٹھایا اور چٹان پر چڑھا دیا۔ (ترمذی ۲ / ۲۱۵)

یہی وہ فدائیت تھی جس پر انعام واکرام لازم تھا؛ لہٰذا اُنہیں "اوجب طلحۃ" (طلحہ کے لیے جنت واجب ہوگئی) کہہ کر نوازا گیا۔ (جامع ترمذی ۲ / ۲۱۵)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب احد کا تذکرہ کرتے تو فرماتے کہ: ذالک یوم کله لطلحۃ" احد کا دن تو پورا کا پورا طلحہ کا تھا۔ (سیر الصحابہ ۲ / ۱۰۸)

خود حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو بھی اس کارنامہ پر بڑا فخر تھا، ہمیشہ مسرت اور شادمانی کے ساتھ غزوۂ احد کی داستان سنایا کرتے تھے۔ (سیر الصحابہ ۲ / ۱۰۸)

غزوۂ احد سے فتحِ مکہ تک جتنے بھی غزوات ہوئے ان تمام میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے اور نمایاں کردار ادا کیا، ۵ھ میں خندق کھودنے کی تجویز ہوئی تو اس کھدائی میں پیش پیش نظر آئے۔ بیعتِ رضوان میں شرفِ بیعت سے بھی مشرف ہوئے۔ غزوۂ خیبر وموتہ میں بھی ناقابلِ فراموش کردار ادا کیا۔ فتحِ مکہ میں مہاجر لشکر کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم رکاب رہے اور ۲۰ /

رمضان کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سایۂ عاطفت میں حرمِ مقدس میں داخل ہوئے، شکر وسپاس کے جذبہ سے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر کجاوے سے لگا جا رہا تھا، کلماتِ حمد وثنا زبانِ ثنا خواں پر جاری تھے، حضرت طلحہؓ ساتھ ہی لگے سن رہے تھے اور خود بھی تقدیس بجالا رہے تھے۔ اس وقتِ خاص میں قربت ظاہر ہے کس قدر اعزاز بخش بات ہے۔ ۱۰ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہی حج کے لیے مدینہ سے روانہ ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہی ذوالحلیفہ میں احرام باندھا۔

(اصحابِ رسول اور ان کے کارنامے: ۴۴۳)

صدمۂ فراقِ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ربیع الاول ۱۱ھ میں دوشنبہ کے دن جب نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے پردہ فرما گئے تو حضرت طلحہؓ کو جو صدمۂ جاں کاہ پہنچا تھا اس کا ذکر کرنا مشکل ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی اور فراق نے آپؓ کی زندگی کو بے کیف بنا دیا، وفات کا ایسا صدمہ تھا کہ جس وقت سقیفۂ بنی ساعدہ میں سیادت وخلافت کا فیصلہ ہو رہا تھا آپؓ کسی گوشۂ تنہائی میں مصروفِ گریہ وزاری تھے۔ کبھی کبھی ٹھنڈی آہ بھر کر کہا کرتے: خدا نے ہر مصیبت کے برداشت کرنے کا حکم دیا ہے، اسی وجہ سے اپنے آقا کی جدائی پر میں صبرِ جمیل کی کوشش کرتا ہوں اور اپنے خدا سے توفیق بھی چاہتا ہوں؛ ورنہ یہ غم ایسا نہیں کہ سہا جا سکے۔

(اصحابِ رسول اور ان کے کارنامے: ۴۴۳، سیر الصحابہ: ۲/ ۱۰۶)

عہدِ صدیقی

جب سقیفۂ بنی ساعدہ میں حضرت ابو بکرؓ کی خلافت پر اتفاق ہوگیا تو حضرت طلحہؓ نے بھی کچھ دنوں بعد بیعت کی، آپ حضرت ابو بکرؓ کے مشیرِ خاص رہے اور ہر موڑ پر اپنے مفید مشوروں سے تعاون کرتے رہے، فتنۂ ارتداد سے نمٹتے وقت اکثر صحابہ کی یہی رائے تھی کہ منکرینِ زکوٰۃ سے عارضی طور پر نرمی برتی جائے؛ لیکن حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ حضرت طلحہؓ نے بھی اس کی مخالفت کی اور فرمایا وہ مذہب سچا نہیں ہوسکتا جس میں زکوٰۃ نہ ہو۔

۱۳ھ میں حضرت ابو بکرؓ کو بخار آیا تو آپؓ خلیفۃ المسلمین کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اس وقت حضرت ابو بکرؓ بہت تیزی سے ضعف وانحطاط کی طرف جارہے تھے، آپؓ نے مشورہ کے طور پر حضرت طلحہؓ سے فرمایا کہ: عمر کو خلیفہ بنادوں؟ حضرت طلحہؓ نے کہا: حضرت عمرؓ تمام صحابہ میں بہترین اوصاف وکمالات کے حامل ہیں اور حق وباطل میں فرق کرنے والے ہیں؛ لیکن ان کے مزاج میں سختی ہے اور وہ زیادہ گرفت کرنے والے ہیں، حضرت ابو بکرؓ نے کہا: اس میں کون سی قباحت ہے؟ حضرت طلحہؓ نے کہا: جب آپ کے ہوتے ہوئے اتنے سخت ہے تو آپ کے بعد اپنی ذمہ داری کے احساس میں خدا جانے کیا کریں گے، حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ: جب ان پر خلافت کا بار پڑے گا تو وہ خود بخود نرم ہوجائیں گے، آپؓ نے کہا کہ: حضرت عمرؓ میں صلاحیت وخوبیاں بہت ہیں، میں نے تو صرف

ایک پہلو کے بارے میں جو تأثرات تھے وہ بیان کردیے۔(سیر الصحابہ ۲/ ۱۰۹)

عہدِ فاروقی

۱۳ھ میں جب حضرت عمرؓ خلافت پر فائز ہوئے تو آپ نے حضرت طلحہؓ کو شایانِ شان مقام دیا اور ان کی اصابتِ رائے سے فائدہ اٹھاتے رہے، حضرت طلحہؓ نے اکثر اختلافی مسائل میں حضرت عمرؓ کا ساتھ دیا۔ ایک مرتبہ عراق کی فتح کے بعد ''مفتوحہ ممالک کو مجاہدین میں تقسیم کردیے جانے'' پر ایک بڑی جماعت مُصِر تھی، صرف حضرت عمرؓ اور چند صحابہؓ اس کے خلاف تھے، اس کے بارے میں حضرت عمرؓ نے مجلسِ شوریٰ قائم کی جس میں حضرت طلحہؓ نے بڑے جذبے کے ساتھ آپ کی تائید کی اور ان ہی کے مشورہ پر فیصلہ ہوا۔

فاروقِ اعظمؓ نے دس سالہ خلافت کے بعد آخرت کے لیے رختِ سفر باندھا، تو وفات سے کچھ عرصہ پہلے عہدۂ خلافت کے لیے چھ آدمیوں کو نامزد کیا جن میں حضرت طلحہؓ بھی تھے؛ لیکن آپؓ نے نہایت ہی دانائی وفراخ دلی اور ایثار کے جذبہ سے کام لے کر حضرت عثمانؓ کو خلافت کے لیے پسند فرمایا، چناں چہ آپ کی کوششوں اور تائید سے وہی ''منصبِ خلافت'' کے لیے منتخب ہوئے۔(سیر الصحابہ ۲/ ۱۱۰)

عہدِ عثمانی

حضرت عثمانؓ نے بارہ سال تک خلافت کی؛ لیکن آخری چھ سالوں میں کچھ ممالک شورش و بے چینی کی آماجگاہ بن گئے اور ریشہ دوانی اور فتنہ پردازی زور

پکڑنے لگی تو حضرت طلحہؓ نے شر پسندوں اور فتنہ پروروں کی تحقیق و تفتیش کی رائے دی، چناں چہ اس پر عمل کیا گیا؛ لیکن اس سے پہلے کہ اس کا کچھ ثمرہ ظاہر ہو مفسدین نے بارگاہِ خلافت کا محاصرہ کرلیا، حضرت طلحہؓ اس موقع پر خاص اعانت نہ کر سکے؛ لیکن ایک غیر جانب دار شخص کی حیثیت سے مجمع میں دریافتِ حال کے لیے تشریف لے جاتے۔ ایک دفعہ حضرت طلحہؓ مجمع میں تھے کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے بالاخانہ سے مجمع کو مخاطب ہوکر پکارا کہ تم میں طلحہ ہے؟ دو مرتبہ پکارا؛ مگر جواب نہ آیا، تیسری مرتبہ میں جواب آیا کہ میں حاضر ہوں، پھر حضرت عثمانؓ نے اپنے احسانات اور فضائل بیان کیے اور حضرت طلحہؓ سے تصدیق چاہی تو حضرت طلحہ نے بھرے مجمع میں بلند ہمتی سے ان کی تصدیق کی۔ (طبقات ابن سعد ۳/ ۱۴۷)
جو مجمع حضرت عثمان کے خون کا پیاسا تھا اس کے درمیان تنِ تنہا ان کے فضائل واحسانات کی تصدیق کرنا بھی اس وقت جگر گردے کا کام تھا۔

آخر میں جب محاصرہ سخت ہو گیا تو حضرت علیؓ اور زبیرؓ کی طرح حضرت طلحہؓ نے بھی اپنے صاحبزادے محمد کو حضرت عثمانؓ کی حفاظت کے لیے متعین کردیا، جب محاصرین نے شورش کی تو حضرت محمد بن طلحہؓ نے جاں فشانی سے مقابلہ کیا؛ لیکن بعض بدنصیب عقب کی جانب سے اندر گھس گئے اور پیکرِ صبر وحلم کو شہید کردیا، حضرت طلحہؓ کو جب شہادت کی خبر پہنچی تو فرمایا: ''اللہ عثمان پر اپنی رحمت نازل فرمائیں''، لوگوں نے کہا: مفسدین اپنے فعل پر نادم ہیں، فرمایا: خدا انہیں ہلاک کرے، اس

کے بعد آیت پڑھی: فلا یستطیعون توصیة ولا إلیٰ أھلھم یرجعون۔ (سیر الصحابہ ۲/۱۱۱)

عہدِ حیدری

حضرت عثمانؓ کی خلافت کے بعد مدینہ میں موجود مصریوں نے حضرت علیؓ کو خلیفہ بنا دیا اور مسجدِ نبوی میں لوگوں کو بیعتِ عام کے لیے جمع کیا، حضرت طلحہؓ انتخابِ خلیفہ کے اس طریقۂ کار سے متفق نہ تھے؛ لیکن اس وقت مصلحتاً خاموش رہے اور بادلِ ناخواستہ بیعت کی۔ (طبقات ابن سعد: ۳، بحوالہ سیر الصحابہ: ۲/ ۱۱۲)

چوں کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت معمولی بات نہ تھی، اس کی وجہ سے تمام ملک میں بدامنی پھیل گئی، خود مدینہ کی فضا بھی مفسدین کی سازشوں سے آلودہ ہوگئی، حضرت طلحہؓ چار سال تک پورا ماجرا دیکھتے رہے؛ لیکن جب دربارِ خلافت سے انسداد کی کوئی امید نہ رہی تو خود ہی حضرت زبیرؓ کو ساتھ لے کر مدینہ سے مکہ چل دیے؛ تاکہ اصلاح کا کوئی طریقہ سوچا جائے۔ حضرت عائشہؓ حج کے ارادے سے مکہ آئی ہوئی تھیں اور فتنہ وفساد کے حالات سن کر مکہ ہی میں مقیم تھیں، یہ دونوں حضرات حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مدینہ کے حالات بیان کیے اور علَمِ اصلاح بلند کرنے پر آمادہ کیا، بحث ومباحثہ کے بعد حضرت عائشہؓ راضی ہوگئیں اور حضرت طلحہؓ کی رائے پر بصرہ جانے کی تیاری شروع ہوئی، چوں کہ وہاں ان کے طرفداروں کی ایک جماعت موجود تھی جو بہ آسانی ان کا ساتھ دینے پر آمادہ ہوسکتی تھی، چناں چہ ایک ہزار کی جماعت مکہ سے بصرہ کی طرف

روانہ ہوئی، چوں کہ بنو امیہ کے لوگ بھی مدینہ سے بھاگ کر مکہ میں پناہ گزیں تھے وہ بھی جوشِ انتقام میں ساتھ ہو گئے۔

بصرہ کے قریب پہنچے ہی تھے کہ عثمان بن حنیف نے بصرہ کے چند با اثر لوگوں کو ایلچی بنا کر حضرت عائشہؓ کے پاس بھیجا، انھوں نے خروج کی وجہ دریافت کی، حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ: بلوائیوں اور قبائل کے فتنہ پرداز لوگوں نے ہنگامہ برپا کر دیا ہے اور مسلمانوں کی جمعیت کو نقصان پہنچایا ہے اور اس خروج سے میرا مقصد ''اصلاحِ مسلمین'' کے سوا کچھ نہیں ہے، پھر وہ حضرت طلحہؓ وزبیرؓ کے پاس آئے اور وجہِ خروج کی بابت دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم حضرت عثمانؓ کا بدلہ لینے نکلے ہیں، ان قاصدوں نے پوچھا کہ آپ نے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، تو فرمایا: ہم نے اس شرط پر بیعت کی تھی کہ قاتلینِ عثمان سے بدلہ لیا جائے اور بیعت کے وقت تلواریں ہمارے سر پر تھیں، اس وفد نے واپس لوٹ کر عثمان بن حنیف کو پورے حالات سنائے تو اس نے انّا للہ پڑھی حالات کی تحقیق کروائی گئی تو پتہ چلا کہ حضرت طلحہؓ کو شامیوں نے زبردستی بیعت پر مجبور کیا تھا، چوں کہ بصرہ میں حضرت طلحہؓ کے حامی موجود تھے ان کو یہ حالات معلوم ہوئے تو وہ بھی آپ کا ساتھ دینے کے لیے کھڑے ہو گئے، ادھر مصالحت کا سلسلہ جاری رہا؛ لیکن جب عثمان بن حنیف مصالحت پر راضی نہ ہوا تو حضرت عائشہؓ کا لشکر بزور بصرہ پر قابض ہو گیا۔ (تاریخِ اسلام: ۱/ ۳۷۶، سیر الصحابہ: ۲/ ۱۱۳)

ادھر حضرت علیؓ کو مدعیانِ اصلاح کا حال معلوم ہو چکا تھا چناں چہ وہ مدینہ سے نکل کر ذی قار تک پہنچے اور یہاں سے تقریباً نو ہزار جنگجو نوجوانوں کو ساتھ لے کر بصرہ کی طرف بڑھے، حضرت طلحہؓ وزبیرؓ کو جب اس فوج کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے بھی اپنی فوج کو آراستہ کیا اور آگے بڑھے، بالآخر ۱۰/ جمادی الآخر ۳۶ھ میں دونوں فوجیں آمنے سامنے آ گئیں۔ (سیر الصحابہ: ۲/ ۱۱۳)

شہادت

لڑائی کے آغاز سے قبل قعقاع بن عمرو نے فریقین سے بات چیت کر کے ان کو صلح پر آمادہ کر دیا، جب قعقاع بن عمرو کی پیغام رسانی سے دونوں فریق کی غلط فہمیاں دور ہو گئیں تو حضرت علیؓ اور ان کے درمیان اتحادِ فکر و عمل کے لیے بنیادیں طے ہو گئیں اور دونوں جماعتوں نے اطمینان کا سانس لیا؛ لیکن صیہونی سبائیوں نے حضرت عائشہؓ کے آدمیوں پر اور دوسری طرف خود ہی حضرت علیؓ کے لوگوں پر حملہ کر دیا اور مشہور کر دیا کہ حضرت علیؓ کے لشکر نے حملہ کر دیا ہے، ادھر حضرت علیؓ نے پوچھا تو کہا گیا کہ: حضرت عائشہؓ کے لشکر نے حملہ کر دیا، یوں جنگ شروع ہو گئی لڑائی زور پکڑنے لگی اور گھمسان کا رَن پڑا، سبائیوں کی اس مکّارانہ چال سے دس ہزار کے قریب لوگ کام آئے، ۱۱/ جمادی الثانی ۳۶ھ میں یہ واقعہ پیش آیا جو تاریخ میں ''جنگِ جمل'' کے نام سے مشہور ہے۔ (اصحابِ رسول اور ان کے کارنامے: ۴۴۸)

اسی جنگ میں حضرت طلحہؓ کو پاؤں میں تیر لگا جو بدبخت مروان نے ان

کی زرہ میں سوراخ دیکھ کر چلایا تھا جس سے ران کی رگ پھٹ گئی اور بہ کثرت خون بہا، حضرت طلحہؓ نے فرمایا: زخم کو چھوڑو؛ کیوں کہ یہ وہی تیر ہے جسے اللہ نے بھیجا ہے، آپ کو بصرہ لے جایا گیا؛ مگر جسم کا سارا خون بہہ چکا تھا، بالآخر خدا ورسول کے اس شیدائی نے شہرِ بصرہ میں چونسٹھ سال کی عمر گزار کر ۳۶ھ میں جان جاں آفریں کے حوالے کی اور بصرہ ہی میں مدفون ہوئے۔ (طبقات ابن سعد ۳/ ۱۵۹)

جہاں آپ کو دفن کیا گیا وہ زمین نشیب میں تھی اور اکثر غرقِ آب رہتی تھی، ایک شخص نے تین دن تک مسلسل آپ کو خواب میں دیکھا کہ آپ لاش منتقل کرنے کی ہدایت فرما رہے ہیں، حضرت ابن عباسؓ نے خواب سنا تو حضرت ابوبکرہؓ کا مکان دس ہزار درہم میں خرید کر لاش کو اس میں منتقل کر دیا۔ دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ اتنے عرصے کے بعد بھی جسم ویسا ہی محفوظ تھا؛ یہاں تک کہ آنکھوں کا کافور بھی بعینہ موجود تھا، ایسا لگتا تھا جیسے ابھی دفن کیا گیا ہو۔ (اسد الغابۃ: ۳/ ۱۶۱ بحوالہ سیر الصحابہ ۲/ ۱۱۴) جیسا کہ آیتِ قرآنی اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے: ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله أمواتا بل أحياء عند ربهم يرزقون. (ال عمران: ۱۶۹)

ازواج واولاد

حضرت طلحہؓ نے متعدد اوقات میں متعدد شادیاں کیں، بیویوں کے نام یہ ہیں: ① حمنہ بنت جحش، ② خولہ بنت القعقاع جو بنی تمیم سے تھیں ③ ام ابان بنت عتبہ بن ربیعہ ④ امِ کلثوم بنت ابی بکر ⑤ سعدی بنت عوف، ان میں سے ہر ایک سے

متعدد اولاد ہوئیں۔ لڑکوں کے نام یہ ہیں: ① محمد انہیں کے نام سے آپ کی کنیت ابو محمد تھی، جو سجاد کے نام سے بھی مشہور تھے، اور آپ نے جنگِ جمل میں اپنے والد کے ساتھ شہادت پائی، ② عمران بن طلحہ ③ موسیٰ بن طلحہ ④ یعقوب بن طلحہ ⑤ زکریا ⑥ یوسف ⑦ عیسیٰ ⑧ یحییٰ ⑨ صالح۔ اور چار صاحبزادیاں تھیں جن کے نام یہ ہیں: ① ام اسحٰق جن سے حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا، پھر ان کی وفات کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا، ② عائشہ ③ صعبہ ④ مریم۔ (طبقات ابن سعد: ۳/ ۱۵۲)

غذا ولباس

آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی دولت وثروت کے باوجود بالکل سادہ تھی، اکثر رنگین کپڑے پہنتے تھے، ایک مرتبہ موسمِ حج میں رنگین احرام باندھ کر آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: طلحہ یہ کیا ہے؟ فرمایا: امیر المؤمنین گیروے رنگ (سرخ رنگ کے مشابہ) کا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: آپ ائمۂ دین ہو لوگ آپ کو اس لباس میں دیکھیں گے تو کہیں گے کہ: ہم نے طلحہ کو ایسے لباس میں دیکھا ہے۔ اسی طرح آپ کے پاس میں ایک انگوٹھی تھی جس میں سرخ یاقوت جڑا ہوا تھا؛ لیکن بعد میں معمولی پتھر سے مرصع کرلیا تھا۔ دسترخوان خوب وسیع ہوتا تھا؛ لیکن پر لطف نہ ہوتا تھا، سادہ اور معمولی غذا پر اکتفا فرماتے تھے۔ (سیر الصحابہ: ۲/ ۱۱۹)

ذریعۂ معاش

تجارت شرفائے مکہ کا اصل پیشہ تھا ان کے آبا واجداد اسی پیشہ سے منسلک

تھے، حضرت طلحہؓ نے بھی اپنا ذریعۂ معاش تجارت کو بنایا تھا اور آفتابِ رسالت کے طلوع ہونے کی بشارت بھی آپؓ کو اسی تجارت کے سبب ملی؛ لیکن جب ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے تو زراعت کا کاروبار بھی شروع کیا، اور رفتہ رفتہ یہ پیشہ وسیع پیمانہ پر پھیل گیا، خیبر کی جاگیر کے علاوہ عراق، عرب میں متعدد علاقے حاصل ہوئے جن میں سے قناۃ اور سراۃ مشہور ہے: ان دونوں مقامات پر کاشتکاری کا نہایت وسیع اہتمام تھا، صرف قناۃ کی کھیتیوں پر بیس اونٹ سیرابی کا کام کرتے تھے، ان علاقوں کی پیداوار کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپؓ کی روزانہ کی آمدنی کا اوسط ایک ہزار دینار تھا۔

حضرت طلحہ کا ترکہ

چوں کہ تجارت وزراعت نے آپ کو غیر معمولی دولت وثروت کا مالک بنا دیا تھا، لاکھوں دینار ودراہم اپنے اہلِ عیال اور فقرا پر خرچ کرتے تھے۔ موسیٰ بن طلحہ سے پوچھا گیا کہ آپ کے والد نے کتنا مال چھوڑا تو فرمایا کہ: بائیس لاکھ درہم اور دو لاکھ دینار، اس کے علاوہ کثیر مقدار میں سونا چاندی اور جائدادِ غیر منقولہ تھی، جس کی قیمت کا اندازہ تین کروڑ درہم تک پہنچتا ہے۔ (طبقات ابن سعد: ۳/ ۱۵۸)

بابِ دوم

اوصاف وکمالات اور خصوصیات

غزوۂ احد میں حضرت طلحہؓ نے مثالی بہادرانہ کارنامہ انجام دیا جس کا ذکر پہلے باب میں گذر چکا ہے، اس کے بارے میں حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ: جب کافروں نے دوبارہ حملہ کیا تو میں اور ابوعبیدہ بن جراح، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دور تھے؛ لیکن جب مدد کی غرض سے ہم پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے چھوڑو اور اپنے بھائی طلحہ کی مدد کو پہنچو، جب ہم ان کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ان کے جسم سے خون بہہ رہا ہے اور ان کا جسم تلواروں، نیزوں اور تیروں کے وار سے چھلنی ہوگیا ہے اور ان کی ہتھیلی کٹ چکی ہے اور ایک گڑھے میں پڑے ہیں۔ اس کے بعد اکثر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے: ”من سرّہ أن ینظر إلیٰ رجل یمشي علی الأرض قد قضیٰ نحبه فلینظر إلیٰ طلحة بن عبید اللّٰه“ جو کسی ایسے شخص کو زمین پر چلتا پھرتا دیکھنا چاہے جو اپنی نذر (منت) پوری کر چکا ہو وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھ لے۔ (صور من حیاۃ الصحابہ:۴۹۱)

ایک مرتبہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: طلحة ممن قضیٰ نحبه.

(مسند:۲/ ۱۴۶، بحوالہ تاریخ اسلام للذہبی:۵۲۵)

اس حدیث کا پس منظر ایک تفصیلی واقعہ ہے، مختصراً یہ کہ غزوۂ بدر میں انسؓ

بن ضرار اور ان کے کچھ ساتھی شریک نہ ہو پائے تھے جس کا ان کو بڑا افسوس تھا، انہوں نے نذر مانی تھی کہ کسی نہ کسی جنگ میں شریک ہو کر جواں مردی کے ساتھ لڑیں گے اور جامِ شہادت نوش کریں گے جن میں سے بعض شہید ہو گئے تھے، اور حضرت طلحہؓ ہنوز شہید نہیں ہوئے تھے؛ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی کہ طلحہ ان لوگوں میں سے ہے جن کی نذر پوری ہو چکی۔ (فوائدِ عثمانی: ۵۴۵)

غزوۂ احد ہی کے دن آپ کی فدائیت کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "أوجب طلحة" طلحہ نے اپنے اوپر جنت واجب کر لی۔ (ترمذی: ۲/ ۲۱۵) حضرت ابوبکرؓ حضرت طلحہؓ کے متعلق فرمایا کرتے تھے "ذٰلک یوم کله لطلحة" یہ دن تو پورا کا پورا طلحہؓ کے لیے تھا۔

دنیا ہی میں معافی کا پروانہ

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت طلحہؓ سے فرمایا: ابشر یا أبا محمد! إن اللّٰه قد غفر لک ما تقدم من ذنبک وما تأخر وقد أثبت اسمک في دیوان المقربین. اے ابو محمد! آپ کے لیے خوشخبری ہے کہ اللہ نے آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہوں کو معاف کر دیا اور آپ کا نام مقربین کی فہرست میں درج کر دیا ہے۔ (الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ: ۲/ ۲۵۰)

زندہ شہید

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؓ کو دنیا ہی میں جنت کا پروانہ دینے کے ساتھ ساتھ

''زندہ شہید'' قرار دیا تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''من أراد أن ينظر إلىٰ شهيد يمشي على رجليه فلينظر إلىٰ طلحة''، اگر کوئی کسی چلتے پھرتے شہید کو دیکھنا چاہے تو وہ طلحہ کو دیکھ لے۔ (ترمذی ۲/ ۲۱۵)

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر (رضی اللہ عنہم) حرا پہاڑ پر تھے کہ وہ حرکت کرنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''أثبت حراء فما عليک إلا نبي أو صديق أو شهيد''. (ترمذی ۲/ ۲۱۵) تھم جا اے حرا! تجھ پر نبی، صدیق اور شہید ہی ہیں۔

جنت میں بہترین پڑوسی

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت میں اپنا پڑوسی قرار دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: ''طلحة والزبير جاراي في الجنة''. (ترمذی ۲/ ۲۱۵) کہ طلحہ اور زبیر جنت میں میرے پڑوسی ہوں گے۔

وفات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آپ رضی اللہ عنہ سے خوش ہونا

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑا عشق تھا، کبھی ایسا کام نہیں کیا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچے، آپ رضی اللہ عنہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حواری اور ہر وقت ساتھ رہنے والوں میں سے تھے اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو راضی کرنے کی ہر ممکن

کوشش کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ان چھ خوش قسمت صحابہ میں سے تھے جن سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے پردہ فرمانے کے وقت راضی تھے، حضرت عمرؓ حضرت طلحہؓ کے بارے میں فرماتے ہیں: ”توفي النبي صلى الله عليه وآله وسلم وهو عنه راضٍ“ (بخاری ۱/ ۵۲۷) کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے اس حال میں رحلت فرما گئے کہ وہ حضرت طلحہؓ سے راضی تھے۔

آیتِ کریمہ کے مصداق

حضرت طلحہؓ اور علیؓ کے درمیان کچھ ناموافق باتیں پیش آئی تھیں جس کا مختصراً تذکرہ بابِ اول میں ہو چکا ہے، آپؓ کی شہادت کے بعد حضرت عمران بن طلحہ، حضرت علیؓ کے پاس آئے تو حضرت علیؓ نے فرمایا: بخدا میں امید کرتا ہوں کہ میں اور عثمان اور طلحہ اور زبیر ان لوگوں میں سے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ونزعنا مافي صدورهم من غل إخوانا علىٰ سرر متقبلين.

(طبقات ابن سعد: ۳/ ۱۶۰)

اسی طرح آپؓ قرآن کی بہت سی آیتوں کے مصداق تھے، جیسے اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کے متعلق فرمایا: الذين اٰمنوا وهاجروا وجاهدوا في سبيل الله بأموالهم وأنفسهم إلخ (توبہ: ۲۰) ترجمہ: جو لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے اللہ کے راستہ میں ہجرت کی ہے اور اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کیا وہ اللہ کے نزدیک درجہ میں کہیں زیادہ ہیں اور وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہونے

والے ہیں۔ (آسان ترجمۂ قرآن: ۴۰۸)

حضرت طلحہؓ کا شمار ان سابقین اولین میں سے ہوتا ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: والسّبقون الأولون من المهجرين والأنصار والذين اتبعوهم بإحسان إلخ (توبہ: ۹۹) ترجمہ: مہاجرین اور انصار میں سے جو لوگ پہلے ایمان لائے اور جنہوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سب سے راضی ہوگیا ہے اور وہ اس سے راضی ہیں، اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہی بڑی زبردست کامیابی ہے۔ (آسان ترجمۂ قرآن: ۴۳۴)

نیز آپؓ ان جانباز اور جواں مرد لوگوں میں سے تھے جن سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ کے مقام پر ببول کے ایک درخت کے نیچے بیعت لی تھی، جن کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: لقد رضي الله عن المؤمنين إذ يبايعونك تحت الشجرة فعلم ما في قلوبهم إلخ (فتح: ۱۸) ترجمہ: یقیناً اللہ ان مؤمنوں سے بڑا خوش ہوا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا وہ بھی اللہ کو معلوم تھا اس لیے ان پر سکینت اتار دی اور ان کو انعام میں ایک قریبی فتح عطا فرمادی۔ (آسان ترجمۂ قرآن: ۱۰۷۵) یعنی اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ: ان حضرات نے یہ بیعت دل سے پورے عزم کے ساتھ کی تھی، وہ منافقوں کی طرح جھوٹا عہد کرنے والے نہیں تھے۔ (حوالۂ بالا)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رشتہ داری

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ان خوش نصیب لوگوں میں سے تھے جن کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریبی رشتہ داری کا شرف حاصل تھا اور یہ اعزاز و شرف صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو حاصل نہیں تھا کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم زلف تھے، ازواجِ مطہرات میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن ام کلثوم اور حضرت زینب بنت جحش کی بہن حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا آپ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔

شجاعت

آپ رضی اللہ عنہ نہایت شجاع و بہادر تھے، قریش اور دیگر قبائل کے لوگ آپ کے اس وصف سے واقف اور مرعوب تھے، آپ کی شجاعت نے اکثر غزوات میں والہانہ فدائیت اور جاں نثاری کا ثبوت دیا، احد کے معرکہ میں تو آپ کی جاں سپاری اور بہادری ضرب المثل بن چکی ہے، جس پر صحابہ رشک کیا کرتے تھے کہ اپنے ہاتھ کو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے لیے ڈھال بنا دیا، جو تیروں اور نیزوں کے پے در پے زخم کھا کھا کر شل ہو گیا؛ لیکن اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آنچ نہ آنے دی۔

مرویات

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اگرچہ ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے اور زبانِ گوہر فشاں سے نکلے ہر ہر موتی کی پاسداری کی؛ لیکن کمالِ اتقا کے باعث ان سے

حدیثیں بہت کم مروی ہیں، آپ رضی اللہ عنہ سے جو روایات مروی ہیں ان کی تعداد تقریباً اٹھاسی (۸۸) تک پہنچتی ہے۔ (صفۃ الصفوۃ لابن الجوزی) جن کی کچھ جھلکیاں پیشِ خدمت ہے:

۱۔ رؤیتِ ہلال کے بارے میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چاند دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے: ''اللهم أهله علينا بالأمن والإيمان، والسلامة والإسلام، ربي وربك الله هلال رشد وخير''.

(رواہ الترمذی، ح:۳۴۵۱)

۲۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک الجھے ہوئے بال والا اعرابی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! مجھے بتلاؤ کہ اللہ نے مجھ پر کتنی نمازیں فرض کی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: پانچ وقت کی نمازیں مگر یہ کہ تو نفل بھی پڑھے، پھر اس اعرابی نے پوچھا کہ: اللہ نے مجھ پر کتنے روزے فرض کیے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: رمضان کے مہینہ کے؛ مگر یہ کہ تو کچھ نفل بھی رکھ لے، پھر پوچھا کہ اللہ نے مجھ پر کتنی زکوٰۃ فرض کی ہے؟ راوی فرماتے ہیں کہ: اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کو تمام اسلامی احکام بتلائے، اس اعرابی نے کہا: قسم ہے اس خدا کی جس نے آپ کو عزت بخشی ہے جو چیزیں اللہ نے مجھ پر فرض کی ہے نہ میں اس میں کچھ زیادہ کروں گا نہ کم، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اگر اس نے سچ کہا تو یہ کامیاب ہے اور جنت میں داخل کیا جائے گا۔ (بخاری:۶۹۵۶)

فرمانِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاد آنے پر خوشی سے اچھل پڑنا

حضرت طلحہؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھتے تھے اور ہر ہر ادا پر عمل کرنا اپنے فرائض میں شامل کرلیا تھا؛ لیکن اگر کبھی کوئی ارشادِ نبوی ذہن سے خطا کر جاتا تو سخت رنجیدہ اور مغموم ہوتے۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے ان کو سراسیمہ دیکھ کر پوچھا: اے ابو محمد! کیا حال ہے؟ کسی سے جھگڑا تو نہیں ہوا؟ کہنے لگے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا تھا کہ اگر کوئی بندہ موت کے وقت ایک کلمہ زبان سے ادا کرلے تو نزع کی مصیبت اس سے دور ہوجائے گی اور اس کا چہرہ چمکنے لگے گا، مجھے وہ کلمہ یاد تھا؛ لیکن اب بھول بیٹھا ہوں، حضرت عمرؓ نے فرمایا: کیا تم اس سے بھی زیادہ باعظمت اور پُراثر کلمہ جانتے ہو جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تھا یعنی لا الہ الا اللہ۔ حضرت طلحہؓ یہ سن خوشی کے مارے اچھل پڑے، فرمایا: ہاں! خدا کی قسم یہی وہ کلمہ ہے۔ (مسند احمد ۱/۱۶۱، بحوالہ سیر الصحابہ ۲/۱۱۷)

دوستوں کے ساتھ حسنِ سلوک

حضرت طلحہؓ کو دوستوں کے ساتھ بڑا لگاؤ تھا، دوستوں کی خوشی اور شادمانی حضرت طلحہؓ کے لیے فرحت وشادمانی کا سامان بن چکی تھی۔ حضرت کعب بن مالکؓ غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہونے پائے تھے جس کی وجہ سے تمام مسلمانوں کو ان سے سلام وکلام سے روک دیا گیا تھا؛ لیکن جب ایک عرصہ کے بعد توبہ قبول ہوئی تو وہ خوشی سے دوڑے دوڑے دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے،

حضرت طلحہؓ لپک کر آگے بڑھے، ان سے معانقہ کیا اور مبارک بادی دی۔ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ: میں طلحہؓ کے اس معانقہ کو کبھی نہیں بھولوں گا؛ کیوں کہ اس وقت مہاجرین میں سے کسی نے ایسی گرم جوشی کا اظہار کرنے میں پہل نہیں کی تھی۔

(بخاری، باب غزوۃ تبوک ۲/ ۶۳۶)

اپنے دوستوں کی خدمت بھی خوشی خوشی کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک اعرابی آپ کے یہاں مہمان ہوا تو اس نے آپ سے التماس کی کہ میرا اونٹ بازار میں فروخت کروا دیجیے، تو فرمایا ٹھیک ہے، اگر چہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا معاملہ نہ چکائے اور اس کے ساتھ جا کر مناسب دام میں اس کا اونٹ فروخت کرا دیا (جس علت کی وجہ سے ممانعت تھی وہ موجود نہ تھی)، پھر اس نے خواہش کی کہ دربارِ رسالت سے زکوٰۃ کی وصولی کا ایک مفصل ہدایت نامہ دلوا دیجیے! تا کہ عُمّال کو اس کے مطابق زکوٰۃ دیا کروں تو آپؓ نے اپنے مخصوص تقرب کی وجہ سے یہ کام بھی کر دیا۔ (بخاری، باب غزوۂ تبوک بحوالہ سیر الصحابہ ۲/ ۱۱۷)

مہمان نوازی

حضرت طلحہؓ بڑے مہمان نواز تھے، مختلف مواقع پر اپنے دوستوں کی دعوت کیا کرتے تھے۔ غزوۂ ذی العسرہ میں تمام مجاہدین کی دعوت کی۔ ایک مرتبہ بنی عذرہ کے تین آدمی مدینہ آکر مشرف باسلام ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: کون ان کی کفالت کرے گا؟ تو حضرت طلحہؓ سب سے پہلے اٹھے اور فرمایا: میں

ان کی کفالت کا ذمہ لیتا ہوں۔ (سیر الصحابہ ۲/ ۱۱۶)

سلمہ بن اَکوَع بیان کرتے ہیں کہ حضرت طلحہؓ نے ایک پہاڑ کے کنارے کنواں خریدا اور ایک اونٹنی ذبح کی اور لوگوں کو دعوت کروائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "أنت طلحة الفياض"، طلحہ آپ تو بڑے سخی ہیں۔

(طبرانی فی المعجم الکبیر: ۱/ ۱۱۲، بحوالہ تاریخ الاسلام للذہبی: ۵۲۵)

سخاوت

حضرت طلحہؓ بڑے سخی اور فیاض تھے، راہِ خدا میں ان کو جان کے ساتھ مال کی قربانی سے بھی دریغ نہ تھا، فقرا و مساکین کے لیے ان کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا تھا، قیس بن ابی حازم بیان کرتے ہیں کہ میں نے طلحہ سے زیادہ کسی کو بے طلب کی بخشش میں پیش پیش نہیں دیکھا۔ (فتح الباری ۷/ ۶۶)

غزوۂ ذی القرد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے مجاہدوں کے ساتھ ایک چشمہ پر سے گذر ہوا جس کا نام "بیسان مالح" تھا، حضرت طلحہؓ نے اس کو خرید کر وقف کر دیا۔ (اصابہ ۳/ ۳۹۲، بحوالہ سیر الصحابہ ۲/ ۱۱۵)

ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ کو اپنی ایک جائداد سات لاکھ درہم میں فروخت کی، جب رقم لے آئے تو کہا: جس انسان کے پاس رات کے وقت اتنا مال ہو نہ معلوم اس رات خدا کی طرف سے کیا حکم آجائے، چناں چہ انہوں نے اس طرح رات گزاری کہ ان کے قاصد اس مال کو لے کر مستحقین کو دینے کے لیے مدینہ کی گلیوں میں

پھر رہے تھے اور پچھلی شب ان کے پاس ایک درہم بھی نہ تھا۔ (طبقات ابن سعد ۳/ ۱۵۷)

آپؓ کو عراق سے چار سے پانچ لاکھ کے درمیان آمدنی وصول ہوتی تھی، اور علاقۂ سراۃ سے کم وبیش دس لاکھ دینار کی آمدنی ملتی تھی، ان تمام کو وہ اپنے خاندان والوں پر خرچ کر دیتے تھے؛ یہاں تک کہ کوئی ایسا نہ تھا کہ اس کی اور اس کے اہل وعیال کی آپؓ نے حاجت روائی نہ کی ہو، ان کی بیواؤں کا نکاح نہ کروایا ہو، ان کے تنگ دست کو غلام نہ دلوائے ہو اور ان کے مقروضوں کا قرض ادا نہ کیا ہو۔ آپؓ کو حضرت عائشہؓ سے بھی بڑی عقیدت تھی، انہیں بھی ہر سال دس ہزار درہم بھیجا کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد ۳/ ۱۵۷)

حضرت طلحہ بڑے تاجر اور مالدار شخص تھے۔ ایک مرتبہ ان کے پاس حضر موت سے ستّر لاکھ درہم کی کثیر رقم آئی، انہوں نے پوری رات پریشانی کے عالم میں گزاری، ان کی اہلیہ حضرت اِم کلثوم بنت ابی بکر نے ان کی پریشانی دیکھ کر کہا: اے ابومحمد! آپ کو کیا ہو گیا، کہیں آپ کو میری طرف سے تکلیف تو نہیں پہنچی ہے؟ تو حضرت طلحہؓ نے فرمایا: نہیں، تم تو ایک بہترین مسلمان بیوی ہو، میں یہ سوچ رہا ہوں کہ وہ شخص اپنے رب کے بارے میں کیا گمان رکھتا ہے کہ جس کے گھر اتنی بڑی مقدار میں رقم موجود ہو اور وہ بے فکر سو رہا ہو، تو اِم کلثوم نے کہا کہ: پریشانی کی کیا بات ہے، آپ صبح یہ ساری رقم اپنے اہلِ قبیلہ اور مفلس لوگوں میں تقسیم کر دینا، انہوں نے خوش ہو کر کہا کہ اللہ تم پر رحم کرے، واقعی تم صاحبِ توفیق ہو اور صاحبِ

توفیق باپ کی بیٹی ہو، اور صبح یہ ساری رقم تھیلیوں اور بڑے بڑے پیالوں میں رکھ کر فقرائے انصار و مہاجرین میں تقسیم کردی۔

(صور من حیاۃ الصحابۃ: ۴۹۲۔ تاریخ الاسلام للذہبی: ۵۲۶)

اسی طرح کا ایک واقعہ دوسری بیوی حضرت سعدیٰ بنت عوف کے ساتھ بھی پیش آیا، وہ فرماتی ہیں کہ: ایک دفعہ میں نے انہیں غمگین دیکھا تو عرض کیا: کہیں میری طرف سے کوئی غلطی تو نہیں ہوئی، فرمایا: تم تو بڑی نیک وصالح بیوی ہو، فرمایا: میرے پاس بہت سی رقم جمع ہوگئی ہے، اس وقت فکر لاحق ہوگئی ہے کہ کیا کروں؟ تو میں نے کہا کہ: ان کو تقسیم کردو، یہ سن کر انہوں نے اسی وقت باندی کو بلا کر چار لاکھ کی رقم اپنی قوم میں تقسیم کروادی۔

(طبقات ابن سعد ۳/ ۱۵۷۔ الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ۲/ ۲۵۷)

حسنِ معاشرت

حضرت طلحہؓ اپنے حسنِ اخلاق کی وجہ سے تمام اہلِ خانہ میں نہایت محبوب وپسندیدہ تھے، وہ اپنے کنبہ میں جس لطف ومحبت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی امِّ ابان سے اگر چہ بہت سے معزز اشخاص نے نکاح کی درخواست کی؛ لیکن انہوں نے طلحہؓ کو سب پر ترجیح دی، لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا: میں ان کے اوصافِ حمیدہ سے واقف ہوں، وہ گھر آتے ہیں تو ہنستے ہوئے، باہر جاتے ہیں تو مسکراتے ہوئے، کچھ مانگو تو بخل نہیں کرتے

اور خاموش رہو تو مانگنے کا انتظار نہیں کرتے، اگر کوئی کام کردو تو شکر گزار ہوتے ہیں اور خطا ہو جائے تو معاف کر دیتے ہیں۔ (کنز العمال ۶/ ۴۱۳، بحوالہ سیر الصحابہ ۲/ ۱۱۷)

خلاصہ

یہ ہے کہ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کی مختصر زندگی اور ان کے خصائل کے ہر گوشہ سے فدائیت وفنائیت کی خوشبو پھوٹ پھوٹ کر نکلتی ہے۔ راہِ خدا میں مر مٹنے، آفتابِ ہدایت پر اپنی زندگی کو جھونک دینے اور دینِ اسلام کے خاطر سرفروشانہ کارنامہ انجام دینے کے لیے ہمیشہ سر بکف رہنے کے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ مالداری کے باوجود کبھی عیش وعشرت کو پسند نہیں فرمایا؛ بلکہ ہر وقت پورا مال راہِ خدا میں خرچ کرنے اور فقرا ومساکین کی امداد کرنے کی فکر میں غمزدہ رہتے تھے۔ اپنے رفقا وہم نشینوں کے ساتھ ہمہ دم حسنِ سلوک سے پیش آتے اور ان کی خدمت سے بھی دریغ نہ کرتے تھے۔ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر ادا پر عاشق زار کی طرح عمل پیرا ہونے کو دنیا وآخرت کی کامیابی وکامرانی گردانتے تھے۔

لیکن کیا ہم ان کے نقشِ قدم پر گامزن ہیں؟ کیا ہمارے اندر ان کی صفات کا ایک ذرہ بھی پایا جاتا ہے؟ کیا ہم نے ان کو اپنا رہبر ورہنما سمجھا ہے؟ کیا ہمارا مال بھی راہِ خدا میں خرچ ہوتا ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ اس سے پہلے ہم ان کو جانتے تک نہ ہو؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم ان کی پاکیزہ زندگی اور فضائل ومناقب کو جاننے کے باوجود انجان بنے ہوئے ہو؟ یہ کچھ ایسے سوالات ہیں جس پر ہمیں غور

وفکر کر کے اپنی زندگی کا جائزہ لینا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو صحابہؓ کے نقشِ قدم پر زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں۔آمین

<u>مراجع ومصادر:</u>

① ترجمۂ شیخ الہند ② توضیح القرآن ③ فتح الباری ④ جامع ترمذی ⑤ صفۃ الصفوۃ ⑥ الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ⑦ تاریخ الاسلام للذہبی ⑧ طبقات ابن سعد ⑨ صور من حیاۃ الصحابۃ ⑩ تاریخ اسلام ⑪ سیر الصحابہ ⑫ اصحاب رسول اوران کے کارنامے